جناب پروفیسر محمد سلیمان اظہر ایم ۔ اے

قسط ۳

شیخ الکل کا سفرِ حج اور مقلدین کا متحدہ محاذ

خیر اندرونِ ہند مخالفین کو چھوڑ کر اب ہم مکہ معظمہ پہنچتے ہیں ۔ جہاں آپ کو گرفتار، قتل یا عمر قید کروانے کیلیئے ایک خاص کمیٹی بنائی گئی تھی جس کے صدر مولوی رحمت اللہ کیرانوی تھے اور ممبران میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ، مولوی خیر دین والد مولانا ابوالکلام آزاد اور مولوی عبد القادر بدایونی تھے ۔ آیئے ان حضرات سے مختصر سا تعارف کر لیجئے ۔ پھر ان کا نام بھی دیکھیئے اور کام بھی ۔ اور اندازہ فرمایئے کہ سے

لوگ اتنے قصور کر کے بھی
کس قدر بے قصور رہتے ہیں

صدر تھے مولوی رحمت اللہ کیرانوی ۔ یہ حضرت یو۔ پی کے مظفر نگر کے ایک قصبہ کیرانہ کے رہنے والے تھے ۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بعد گرفتاری سے بچنے کیلیئے مکہ چلے گئے ۔ مولانا آزاد کے ایک بیان کے مطابق ، جو درج ہو چکا ہے ۔ یہ حنفی المسلک تھے ۔

دوسرے ممبر حاجی امداد اللہ ہیں ۔ مظفر نگر کے قصبہ تھانہ بھون کے رہنے والے ۔ ۱۸۵۷ء کے بعد آپ بھی گرفتاری سے بچنے کیلیئے حجاز چلے گئے ۔ آپ تمام دیوبندیوں کے پیر بلکہ پیروں کے پیر ہیں ۔ مولانا محمد قاسم ، مولانا رشید احمد گنگوہی ، شیخ فیض الحسن سہارنپوری اور دوسرے نامی علماء دیوبند آپ کے فیض یافتہ ہیں ۔ مکہ مکرمہ میں ۱۳۱۷ھ میں فوت ہو گئے ۔ پیر مہر علی شاہ صاحب آف گولڑہ بھی آپ کے خلفاء میں سے بیان کئے جاتے ہیں ۔

تیسرے رکن مولوی عبد القادر بدایونی ہیں جو مولوی فضل رسول بدایونی کے صاحبزادے ہیں ۔

. . . اہل حدیث کے خاندانی دشمن اور تبرّا باز تھے - چوتھے رکن مولانا ابوالکلام آزاد کے والد مولوی خیر دین ہیں - شاہ اسحاق کی ہجرت کے بعد مولانا منورالدین کے ساتھ یہ بھی ہجرت کر کے مکہ چلے گئے مولانا احمد رضا خاں سے بھی بڑے بریلوی تھے - مولوی فضل رسول بدایونی کے رنگ میں تھے گویا یہ کمیٹی دیو بندی اور بریلوی مکتبِ فکر کے علماء مشائخ کی مشترکہ کمیٹی تھی - یعنی مکہ میں اہلحدیث کے خلاف ایک متحدہ محاذ بنایا گیا تھا -

میاں صاحب ساری صورتِ حال سے باخبر تھے لیکن آپ نے باطمینان فریضۂ حج ادا کیا، ۱۱-۱۲-۱۳ ذی الحجہ منیٰ میں قیام فرمایا اور تینوں دن وعظ کرتے رہے - جس میں شرک و بدعت سے اجتناب اور عمل بالحدیث کی ترغیب، رسوماتِ بد کی تردید اور خاص اہل مکہ کی بدعتوں کی اصلاح کا بیان تھا، چونکہ منیٰ میں مختلف ملکوں کے لوگ موجود تھے اس لئے یہ وعظ عربی، فارسی، اردو تینوں زبانوں میں ہوتے اس وعظ و تذکرے سے معاندین کی آتشِ حسد اور تیز ہو گئی تو میاں صاحب کے شاگرد اور رفیقِ سفر مولوی تلطف حسین صاحب عظیم آبادی نے بہ منت عرض کیا کہ یہ وعظ بند فرما دیں، مخالفین کی سازش بہت گہری ہو چکی ہے - اب جان کی خیر نظر نہیں آتی - آپ حج سے فارغ ہو ہی چکے ہیں - بہتر ہے کہ (مدینہ جانے کا ارادہ فسخ کر کے) جلد وطن واپس ہو جائیں - اس کے جواب میں میاں صاحب نے فرمایا:

> "سنو صاحب! بہت جی چکا - اب زندگی کی تمنا نہیں ہے - امام نسائی بھی اسی حرم میں شہید ہوئے تھے جہاں میرے قتل کے منصوبے ہو رہے ہیں - میں ہر وقت اپنے قتل کے لئے آمادہ ہوں -"

ایک مکتوب میں فرماتے ہیں :

> "مکہ و منیٰ میں احیاءِ سنت اور ردِّ بدعت کے بارے میں روزانہ وعظ کہتا تھا حالانکہ دشمنانِ دین کے نرغہ میں تھا - خدا سے چاہتا تھا کہ امام نسائی کی طرح اپنی جان اسی جگہ دے دوں - لیکن کیا کروں کہ ہندوستان کی خاک اور دہلی کی آب و ہوا نے مجھ کو نہ چھوڑا -"
>
> (مکاتیب نذیریہ صفحہ ۱۰۴)

آپ ۲۳ ذی الحجہ تک مکہ میں اس انتظار میں رہے کہ حاجیوں کا کوئی قافلہ مدینہ روانہ ہو تو آپ بھی ساتھ ہو لیں - ادھر مخالف کمیٹی کے ممبروں کو اپنی گہری سازش پر ہر طرح کا اطمینان ہو چکا تھا اس لئے پاشائے مکہ کے یہاں مخبری کروا دی کہ مولوی نذیر حسین معتزلی اور وہابی ہیں - اور ان کے ایسے ایسے عقائد ہیں :

"معیار الحق سے تقلید شخصی کے عدم وجود اور التزام وتعیین تقلید شخصی کے مفاسد اور امام صاحب کی تابعیت سے انکار وغیرہ سے یہ استدلال کیا گیا کہ ان سے امام صاحب کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ اس کے علاوہ جامع الشواہد سے میاں صاحب کے عقائد کی فہرست مرتب کی گئی اور کہا گیا کہ نذیر حسین خنزیر کی چربی کو حلال، بول صغیر کو پاک، مادہ انسانی کو پاک اور تاہل الکل خالہ سے مناکحت کو جائز اور جواز کذب باری تعالیٰ کے قائل ہیں" (آزاد کی کہانی ص۱)

مولانا آزاد فرماتے ہیں:

"مولانا نذیر حسین اور مولانا تلطف حسین عظیم آبادی مع ایک اور رفیق کے گرفتار کر لئے گئے اور نہایت تنگ وتاریک مجلس میں قید کر دیے گئے۔ چند دن بعد شریف نے ان کو بلایا، وجہ گرفتاری پوچھی تو بتایا کہ تمہیں وہابی عقائد رکھنے کی وجہ سے گرفتار کیا گیا ہے۔ مکہ معظمہ اسلام کا اصل مرکز ہے اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ فاسد عقائد رکھنے والوں کا احتساب کریں تاکہ وہ مسلمانوں کو گمراہ نہ کر سکیں۔ دوسرے دن شریف کے یہاں مجلس منعقد ہوئی اور اس میں والد مرحوم سے کہا گیا کہ ان کے عقاید کی فہرست پیش کریں۔ فہرست میں سب سے پہلا الزام امام صاحب کی توہین کا تھا اور باقی مذکورہ الزامات تھے۔ مولانا نذیر حسین کی طرف سے مولوی تلطف حسین تقریر کرتے تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے اس حالت پر افسوس کا اظہار کیا کہ ہم ایسے ملک میں رہتے ہیں جہاں کفار کی سلطنت ہے۔ لیکن وہاں ہمارے عقائد کی وجہ سے ہمیں کوئی گزند نہیں پہنچایا جاتا۔ یہاں اسلامی حکومت ہے، دار الامن ہے اور بلا کسی وجہ کے ہم کو گرفتار کر کے مبتلائے محن کیا جاتا ہے۔ پھر کہا کہ ہم پر یہ الزام ہے کہ ہم وہابی ہیں اور محمد بن عبد الوہاب کی جماعت سے ہیں — بالکل غلط ہے۔ ہم قرآن واحدیث کو مانتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے ہیں۔ اس پر والد مرحوم نے کہا کہ اجماع وقیاس کو بھی مانتے ہو؟ مولانا نذیر حسین نے کہا، ہاں ہم اجماع وقیاس کو مانتے ہیں، اسی طرح جس طرح ائمہ مجتہدین مانتے تھے۔ اس پر گفتگو شروع ہوئی اور بہت قیل وقال ہوئی۔ اس کے بعد کہا گیا کہ ائمہ اربعہ کی نسبت تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم انہیں اپنا سرتاج وپیشوا اور برسر حق سمجھتے ہیں اور ان میں امام ابو حنیفہؒ کو سب سے زیادہ قابل احترام سمجھتے ہیں۔ اس پر معیار الحق پیش کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس طرح کے مباحث امام صاحب کی توہین ہیں تو وہ تمام کتابیں بھی توہین ہوں گی جن میں

مسائل مختلف فیہ پر بحث کی گئی ہے اور خود سلف نے لکھی ہیں پھر ایک ایک کرکے تمام الزامات سنائے گئے۔ انہوں نے بڑے جوش سے اپنی برأت ظاہر کی۔ اس پر ثبوت میں جامع "الشواہد" پیش کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ یہ مخالفین کی چیز ہے اور ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔ اس پر کسی پشاوری کا ایک رسالہ پیش کیا گیا جو مولانا نذیر حسین کا شاگرد تھا۔ مگر انہوں نے اس سے بھی لاتعلقی ظاہر کی۔"

اس کے بعد مولانا ابوالکلام لکھتے ہیں:

"معلوم ہوتا ہے مولانا نذیر حسین مرحوم مجمل اور مختصر بیان دے کر معاملے کو ختم کرنا چاہتے تھے کیونکہ سمجھتے تھے، تفصیلات میں پڑنا یا مباحثہ کرنا طاقت کے مقابلے میں بیکار ہے۔ آخر میں اس بیان پر اکتفار کی کہ ہمارا عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔ ائمہ اربعہ کو ہم مانتے ہیں۔ چاروں کو ہم حق پر سمجھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کو اپنا پیشوا جانتے ہیں۔ انکے بغض کو شیوۂ ایمانی کے خلاف سمجھتے ہیں اور کتب فقہ پر عمل کرنا جب تک وہ قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہو، خود ہمارا شیوہ ہے۔"

مولانا آزاد کہتے ہیں:

"یہ بیان علمائے حجاز کیلئے ایک حد تک تشفی بخش ہو جاتا لیکن جیساکہ والد مرحوم کہا کرتے تھے وہ ان باتوں کو وہابیوں کے مکاید تصور کرتے تھے، کہتے تھے، ہم نے یہ مکائد نہ چلنے دیئے اور کہا، تفصیلاً بتاؤ کہ ائمہ اربعہ میں کس امام کی تقلید کرتے ہو اور فلاں فلاں مسئلہ میں تمہارا اعتقاد کیا ہے؟" (آگے لکھتے ہیں:)

"اس پر انہوں نے بھری مجلس میں ایک تحریر پیش کی۔ جس میں لکھا تھا کہ میں ائمہ اربعہ کی تقلید کو فرائض و واجبات شرعیہ کی طرح فرض نہیں سمجھتا۔ لیکن عوام کیلئے اور ان کے لئے جو فقہ و حدیث میں نظر نہیں رکھتے جبتک قرآن و حدیث کے خلاف کوئی صریح بات پیش نہ آئے، کتب فقہ متداولہ پر عمل کرنے کو مستحسن سمجھتا ہوں۔ اس کے علاوہ فلاں فلاں عقائد اور الزامات جو میری طرف منسوب کئے گئے ہیں، میں ان سے بری ہوں اور حلفیہ کہتا ہوں کہ میرے وہ عقائد نہیں ہیں۔"

آزاد فرماتے ہیں:

"اس اثنا میں ان کی گرفتاری کی خبر جدے میں برٹش قونصل کو پہنچ گئی اور وہاں سے برابر زور دیا جاتا رہا تھا۔ بالآخر نو دن کے بعد اس آخری تحریر پر دستخط کرائے گئے اور

انہیں رہا کر دیا گیا۔"

مولانا محمد حسین بٹالوی نے رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۹، شمارہ ۱۰ میں جو تفصیلات لکھی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ "میاں صاحب کے مخالفین نے جو مخبری کی تھی اس کے بعد کئی بار پاشا مکہ کے ہاں میاں صاحب کی طلبی اور پیشی ہوئی اور ہر بار برٹش کونسل مقیم جدہ کا نائب مقیم مکہ (جو مسلمان تھا) مداخلت کرتا رہا۔ ۲۲ر ذی الحجہ کو جب آپ کو گرفتار کیا گیا تو نائب مذکور نے اپنے وکیل کو پاشا کے پاس بھیج کر دریافت کیا کہ برٹش گورنمنٹ کی رعایا کو آپ نے کیوں عدالت میں طلب کیا ہے؟ پاشا مکہ نے جواب دیا کہ لوگوں نے ان کی نسبت اس قسم کی شکایتیں کی ہیں۔ وکیل نے کہا، ان امور کے مرتکب وہ اس حدود میں نہیں ہوئے اس لئے اس سلطنت میں مؤاخذہ ناجائز ہے۔ یہ سن کر پاشا نے آپ کو رخصت کر دیا۔ مخالفین کو یہ ناکامی بڑی شاق گذری۔ انہوں نے ساڑھے تین سو گواہ تیار کر کے پاشا کے سامنے اظہار دلوایا اور اسی شام کو دوبارہ گرفتار کر لیا۔"

. . . اور اس کے بعد وہی کارروائی ہوئی جس کا ذکر مولانا ابو الکلام نے کیا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ میاں صاحب کے سفرِ حج کے بارے میں فرماتے ہیں:

"سنہ ۱۳۰۰ھ مطابق اکتوبر ۱۸۸۳ء میاں صاحب حج کیلئے تشریف لے گئے۔ اتفاقاً مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانوی مرحوم، حاجی امداد اللہ مرحوم اور مولانا خیر الدین صاحب مرحوم پہلے وہاں موجود تھے۔ کچھ اور علمائے کرام ہندوستان سے صرف اس لئے حجاز پہنچے کہ میاں صاحب کو وہاں گرفتار کرا دیں۔ اور رسالہ جامع الشواہد کا عربی ترجمہ کر کے ترک گورنر کے سامنے پیش کیا۔ حالانکہ وہ ان حضرات ہی نے یہاں شائع کرایا تھا۔ تعجب ہوتا ہے مذہبی تعصب کتنے بڑے بڑے اعاظم رجال کو ایسے کبائر پر آمادہ کر لیتا ہے۔ وہ ان غلط بیانیوں میں نہ اپنے مقام کو سوچتے ہیں نہ مستقبل کی بدنامی سے گھبراتے ہیں۔ اس کی تفصیل مولانا محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنۃ جلد ۹ نمبر ۱۰-۱۱ میں دی ہے اور الحیات بعد المماۃ میں بھی موجود ہے۔ گورنر ترکی کو جب حقیقتِ حال کا علم ہوا تو میاں صاحب کو باعزت بری کر کے اپنی نگرانی میں مدینہ منورہ بھیجا۔ ان حضرات کو سخت تنبیہ کی۔ لیکن میاں صاحب مرحوم نے اس کے متعلق کوئی انتقامی کارروائی نہ وہاں کی نہ واپس دہلی آ کر کسی رنج کا اظہار فرمایا۔ بلکہ صفحِ جمیل پر عمل فرمایا۔

حالانکہ یہاں پہنچ کر انتقامی طور پر بہت کچھ کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اس خیر مجسم نے کسی انتقامی کارروائی کے لئے آمادگی کا اظہار نہ فرمایا:

اولئک آبائی فجئنی بمثلہم

اذا جمعتنا یا جریر المجامع

(مقدمہ معیار الحق صہ)

مولانا ابو الکلامؒ فرماتے ہیں:

"یہ بات بالکل واضح ہے کہ مولانا نذیر حسین مرحوم نے اس تحریر میں ان اصولوں کے خلاف کوئی بات نہیں کہی ہے جو اہل حدیث کے اصول سمجھے جاتے ہیں۔ نہ تقلید شخصی کے وجوب کو مانا ہے نہ کتب حدیث پر فقہ کی ترجیح کو۔ صرف برأت و اظہار ہے تاہم یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ان کے مخالفین نے مکہ سے اس بات کی خبریں بھیج دیں کہ انہوں نے وہابیت سے توبہ کر لی ہے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ خود والد مرحوم باوجود ان تمام تفصیلات کے بیان کرنے کے کہا کرتے تھے، مولانا نذیر حسین نے توبہ کر لی اور زور دیتے تھے کہ انہوں نے تقلید شخصی کو مستحسن تسلیم کر لیا۔ حالانکہ بہ جماعت بھی عوام کیلئے ہمیشہ تقلید کو ضروری بلکہ فرض ٹھہرائی ہے۔ بحث تو صرف التزام و تعیین میں ہے نہ کہ نفس تقلید میں!"

اشاعۃ السنۃ جلد ۶ نمبر ۸ ص ۲۲۷ کے مطابق منشیر قیصر نے (بتقلید نور الانوار نامی اخبار) ۲۷ نومبر کو لکھا کہ سید نذیر حسین صاحب کو مکہ میں پاشا نے چھ مسلح سپاہی بھیج کر منگوایا اور قید کرنا چاہا۔ آخر انہوں نے لامذہبی سے توبہ کی اور حنفی ہونے کا اقرار کیا تو مولوی رحمت اللہ نے ان کی ضمانت دی تاکہ آپ مدینہ جا سکیں۔ اور یہ بھی طے ہوا کہ ان کے مدینہ سے واپس آنے کے بعد مقدمہ دوبارہ چلے گا۔ اخبار مظہر العجائب نے بھی ۲۹ نومبر کی اشاعت میں مؤاخذہ مکہ کی خبر دی۔ ان کے علاوہ ارمغان دہلی، کشف الاخبار بمبئی، آفتاب پنجاب لاہور، طوطیٔ ہند میرٹھ اور کوہ نور لاہور نے بھی اہل حدیث اور میاں صاحب کے خلاف مہم میں بھرپور حصہ لیا۔ اخبار مشیر قیصر کا ایڈیٹر اہل حدیث کو کافر نہیں سمجھتا تھا اس نے ۲۰ اکتوبر ۱۸۸۳ء کی اشاعت میں لکھا تھا:

"مولانا نذیر حسین صاحب سے تو ہم خوب واقف ہیں کہ وہ اعلیٰ درجہ کے عالم اور بزرگ ہیں۔ خصوصاً علم حدیث میں آپ کا درجہ مستند ہے۔ آپ کو وہابیت کی جانب منسوب

کرنا نہایت درجہ افسوسناک تھا اگر وجہ اس کی یہ ہوئی کہ جناب ممدوح کی بعض تصانیف سے ایسا پایا گیا ہے کہ آپ تقلید کو پسند نہیں کرتے۔ ہم نہیں کہتے کہ ایسے عالم کا ایسا خیال عوام میں شائع کرنا کہاں تک درست و بجا ہے، مگر اتنا کہیں گے کہ خیر اگر اتنا بڑا عالم غیر مقلد ہو جائے تو عام لوگوں کو اس پر نکتہ چینی کرنا کسی طرح زیبا نہیں۔"

علم و فضل کے اس واضح اعتراف کے باوجود ملک بھر میں سید صاحب کے خلاف چل نکلنے والی رو میں یہ پرچہ اس حد تک بے دست و پا تھا کہ اکثریت کی ہاں میں ہاں ملانے پر مجبور تھا۔ ۲۷ نومبر جلد۷ کی اشاعت میں نور الانوار کی تقلید میں لکھتا ہے:

"محمد عمر مؤذن نے مولوی نذیر حسین کی لامذہبی و ائمہ مجتہدین کو برا کہنے کا ماجرا شریف مکہ سے جا کر بیان کیا تو وہاں سے چھ مسلح ترک آئے اور ان کو مع ہمراہیاں گرفتار کر کے لے آئے۔ پاشا نے بواسطہ شیخ العلماء مفتی سید احمد دجلانی (صحیح لفظ دحلان ہے) کے مولوی رحمت اللہ نزیل مکہ سے ان کا حال غیر مقلدی کا دریافت کر کے ان کو قید کرنے کا حکم دیا (یہی وہی قاتل، وہی شاہد، وہی منصف ٹھہرے) جب اس واقعہ کو وکیل کونسل نے سنا تو پاشا سے آکر کہا کہ یہ لوگ رعایا ہند سے ہیں، ان کا فیصلہ ہمارے سپرد کر دو تو مناسب ہے۔ جواب دیا، اگر تم ان کی ضمانت کرو تو کیا مضائقہ ہے؟ اس پر وکیل نے انکار کیا۔ پس پاشا نے ان کو حوالات میں بھیج دیا اور کہا کہ ہم تم کو بحراست ترکوں کے جدہ میں بھیج دیں گے۔ معطوف نے عرض کیا کہ یہ لوگ مدینہ طیبہ جانے کا قصد رکھتے ہیں۔ پاشا نے جواب دیا کہ یہ لوگ تو صاحبؐ مدینہ کو مردہ جانتے ہیں، وہاں جا کر کیا کریں گے! پھر سنا گیا کہ انہوں نے مع ہمراہیان شریف مکہ کے سامنے غیر مقلدی سے توبہ کی، حنفی ہونے کا اقرار کیا۔ انعقاد محفلِ میلاد شریف کو مستحسن جانا۔ بعد اس کے حکم ہوا کہ اگر مولوی رحمت اللہ صاحب ان کی ضمانت دیں تو یہ لوگ مدینہ جا سکتے ہیں۔ بعد مراجعت کے مقدمہ ان کا علماء حرم محترم کی تجویز پر فیصل ہوگا۔"

محمد عمر سے مخبری کرائی گئی تھی اور گلابی چو ورقہ کو آپ کی تصنیف بنایا گیا تھا جس کے نتیجہ میں ۲۳ر ذی الحجہ کو دس بجے "تین سپاہی اور ایک افسر محمود آغا چھ آدمیوں کی فہرست لے کر اس جگہ آیا جہاں میاں صاحب ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ افراد یہ تھے: میاں صاحب، ڈپٹی امداد علی، مولوی سلیمان مولوی امیر دین، مولوی محمد، مولوی جان علی۔ اتفاق یوں ہوا کہ اس وقت ان چھ افراد میں سے

صرف میاں صاحب ہی موجود تھے۔ باقی لوگ کہیں گئے ہوئے تھے۔ افسر نے سید صاحب کو ساتھ لیا اور گنتی پوری کرنے کے لئے پانچ مزید آدمی بلا وجہ پکڑ لئے۔ ان میں مولوی تلطف حسین، محمد احمد، حفیظ احمد، خدا بخش اور سید احمد شامل تھے۔ ان سب کو دیوان میں پہنچا دیا گیا۔ برٹش کانسل کے نائب عبدالرزاق نے اپنے وکیل محمد یوسف کو پاشا کے پاس بھیجا۔ جس نے کہا کہ اگر ان لوگوں نے کوئی جرم کیا ہے تو ہندوستان میں کیا تھا۔ مؤاخذہ وہاں ہونا چاہیے نہ کہ یہاں۔ اس لئے یہاں مؤاخذہ ناجائز ہے۔ پاشا کو بات کی سمجھ آگئی۔ اس نے مقدمہ ڈسمس کر دیا۔ یہ سب کچھ ایک گھنٹہ میں ہو گیا۔ سازشیوں کی امیدوں پر اوس پڑ گئی اور اس نے فوری طور پر ۲۳ سو گواہ تیار کرکے آپ کو شام کے وقت پھر عدالت میں طلب کرا لیا۔ دوسری دفعہ چار ملزم تھے۔ اس پر نائب کونسل عبدالرزاق خود حرم آیا اور وکیل کے ذریعے پاشا سے گفتگو کی۔ جس کے نتیجہ میں اس نے کہا کہ ہم نے ان کو انہی کی حفاظت اور مصلحت کیلئے احتیاطاً پاس رکھا ہے۔ اس وقت اگر ہم بلا تحقیق انہیں چھوڑ دینگے تو ہم کو کشت وخون ہو جانے کا ڈر ہے۔ یہ سن کر نائب کونسل نے میاں صاحب سے کہا کہ یہاں کسی ضابطے اور قانون کی حکومت نہیں۔ آپ پیش ہو جائیں۔ آپ نے وہ رات دیوان کے ایک کمرہ میں گذار دی۔ ۲۴ر تاریخ کو جمعہ تھا۔ وہ دن بھی اسی دیوان میں گذرا۔ اس روز جمعہ وطواف برادرانِ یوسف کی عنایت سے فوت ہوا۔ آخر شیخ محمد حسین (ہندیوں کے نمبردار) کی تحریک سے تحقیقات کا آغاز ہوا۔ جب نام دریافت کئے گئے تو معلوم ہوا کہ سوا سید صاحب اصل فہرست کا کوئی آدمی ملزموں میں نہیں ہے۔ پاشا کی آنکھیں کھل گئیں کہ حاسدوں کا مقصد ہر ممکن طریق سے سید صاحب کو گزند پہنچانا ہے۔ انہیں کسی کے مجرم یا بے گناہ ہونے کا کوئی فکر نہیں ہے۔ اس نے باقی حضرات سے معذرت کی اور دعائے خیر کی استدعا کی۔ اور اصرار کرکے ان کی زبان سے معافی دیئے جانے کے الفاظ ادا کروائے۔ تب جاکر پاشا کی تسلی ہوئی۔ پھر انہیں رخصت کر دیا گیا لیکن تلطف حسین اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر رہے۔

۲۴ر کی رات بھی وہیں گذری۔ ۲۵ر ذی الحجہ کو پاشا نے میاں صاحب سے ۴ سوال کئے:

۱۔ مالِ تجارت میں آپ زکوٰۃ کو واجب سمجھتے ہیں یا نہیں؟

۲۔ خنزیر کی چربی کو آپ پاک جانتے ہیں؟

۳۔ پھوپھی خالہ سے نکاح کو آپ حلال جانتے ہیں؟

۴۔ حنفی مذہب کو آپ کیسا جانتے ہیں؟

آپ نے جواب دیا کہ :

۱۔ "زکوٰۃ کے بارے میں میرا فتویٰ ۱۲۹۸ھ مطبع حنفی سے چھپ چکا ہے۔ واجب نہ ہونے کا میں قائل نہیں۔

۲-۳۔ میں مسلمان ہوں، حج کرنے آیا ہوں۔ ایسے سوال کسی مسلمان سے کرنا کمال تعجب اور افسوس کا محل ہے۔

۴۔ مذہب حنفی کو جیسا میں سمجھتا ہوں، آپ کو تب معلوم ہو جبکہ اس مذہب کی بڑی مشکل، ادق اور معتبر کتاب ہدایہ کا مطلب آپ مجھ سے سنیں اور اپنے علمار ساکنانِ حرم سے بھی دریافت کریں۔ پھر ہمارے بیان اور ان کے بیان میں موازنہ کرکے دیکھیں کہ ہم اس مذہب کو کیا سمجھتے ہیں؟

یہ کھلا چیلنج سن کر پاشا کو آپ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ ہوا اور پھر اس نے آپ کا بہت احترام کیا، خاص اپنے ہاتھ سے قہوہ پلایا، عفو چاہا اور دعا خیر کا طالب ہوا۔ پھر دریافت کیا کہ آپ مدینہ جانا چاہتے ہیں؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ جس پر پاشا نے آپ کو ایک خط پاشا مدینہ کے نام دیا جو ہم کسی دوسری جگہ درج کر چکے ہیں۔

پاشا نے اس کارروائی کے بعد مولوی رحمت اللہ کیرانوی سربراہ متحدہ محاذ کو سخت جھڑکا۔ اور اسے شرارتوں سے باز آجانے کو کہا۔ بابِ عالی میں بھی یہ خبر پہنچی جہاں سے سخت زجر و توبیخ کی گئی۔

(جاری ہے)